



شوکت تھانوی

پیدائش: فروری ۱۹۰۴ء ورنداون (ہندوستان)

وفات: مئی ۱۹۶۳ء لاہور

تصانیف: (الف) ناول: غزالہ، سانچ کو آج، بھابی، سسرال، بقراط، بکواس، بیگم صاحبہ،

خدا نخواستہ

(ب) مزاح: سیلاب تبسم، دنیائے تبسم، طوفان تبسم، برق تبسم، بحر تبسم

خواہ مخواہ کی لڑائی

حاصلاتِ تعلّم

یہ سبق پڑھ کر طلبہ: (۱) عن کر بات/کہانی/مکالمے کی جزئیات کو ترتیب سے یاد رکھ سکیں اور اسے دہرائیں۔ (۲) مختلف ادبی اصطلاحات پر گفتگو کر سکیں۔ (۳) ادب پارے کا مرکزی خیال، اہم نکات، نتائج، کردار یا واقعات کی تشریح استحضانی انداز اور ادبی پیرائے میں لکھ سکیں۔ (۴) روزمرہ مسائل زندگی کے حوالے سے غیر رسمی خطوط لکھ سکیں۔ (۵) درسی کتاب میں شامل اصلاحی، تاریخی، تمثیلی، سائنسی اور مزاحیہ مضامین کا تقابلی جائزہ کر سکیں۔ (۶) متعلق فعل کی تفہیم و استعمال سے آگاہ ہو سکیں۔

خواہ مخواہ کی لڑائی دراصل لڑائی کی کوئی قسم نہیں بلکہ اگر سچ پوچھیے تو لڑائی کی فطرت ہے۔ دنیا کی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی لڑائی کی گہرائی میں پہنچ کر اگر آپ محققانہ نظر ڈالیں تو جڑ ہمیشہ خواہ مخواہ کو پائیں گے۔ دراصل خالص قسم کی لڑائی ہمیشہ خواہ مخواہ سے شروع ہوتی ہے۔ ورنہ جو لڑائیاں کسی وجہ کی بنا پر لڑی جاتی ہیں ان کو اصولاً لڑائی کہنا ہی غلط ہے۔ ان کو انتقام، انتظام، تبادلہ خیال، بیت بازی، مباحثہ یا زیادہ سے زیادہ مقابلہ کہا جاسکتا ہے۔ مگر لڑائی تو اس وجدانِ آتشیں کو کہتے ہیں۔ جس کی نہ کوئی وجہ ہو نہ کوئی سبب، بس اتنا ہی کافی ہے، آؤ پڑوسن لڑیں۔ اس نے کہا: لڑے میری بلا۔ چٹ کر جواب دیا: بلا لگے تیرے سگے سوتیلوں کو۔ اور لیجیے لڑائی شروع ہو گئی۔ اس لڑائی میں تو ہٹکار۔ اس کے بعد گالم گلوچ پھر کنکر پتھر۔ اس کے بعد لپا ڈنگی، دھینگا منشتی اور آخر میں خون خرابے تک نوبت پہنچ سکتی ہے۔ جیسی بھی خدا لڑنے والوں کو توفیق دے۔ مختصر یہ کہ بعد میں تھانا اور عدالت سب ہی کچھ ہوگا۔ مگر اس لفظ ”خواہ مخواہ“ کا کوئی بھی شکریہ ادا نہ کرے گا جس کی یہ دولت ایسی رونق نصیب ہو سکی۔

ایمان داری کی بات تو یہ ہے کہ لڑائی کا مزہ بھی خواہ مخواہ کی لڑائی میں ہے۔ یعنی لڑنے کا وہم و گمان بھی نہیں ہے۔ بلکہ دو لڑنے والوں کو تماشائی کی حیثیت سے دیکھ کر عبرت حاصل کر رہے ہیں کہ لَا تَحُولَ وَلَا قُوَّةَ یہ بھی کوئی انسانیت ہے کہ سر راہ بے بات کی بات پر یہ دونوں ہنگامہ برپا کیے ہوئے ہیں۔ نہ باپ دادا کی عزت کا خیال، نہ اپنے سفید پوش ہونے کا ہوش۔ کتنی شرم کی بات ہے۔ اپنے قریب ہی ایک اور صاحب کو اسی طرح عبرت حاصل کرتے ہوئے دیکھا تو ان سے کہہ دیا: ”رونا آتا ہے اس نا سمجھی پر۔ آخر ایسے لڑنے کی کون سی بات تھی۔“ اُن صاحب نے گرج کر ہم پر برستے ہوئے کہا: ”جی ہاں! کوئی بات ہی نہ تھی۔“ ہم نے کہا: ”معاف کیجیے گا، میرا مطلب۔۔۔“ بات کاٹ کر بولے: ”رہنے بھی دو، چلے ہیں وہاں سے مطلب لے کر۔“

ہم نے ان کے منہ نہ لگتے ہوئے ایک اور صاحب سے کہہ دیا کہ ”ذرا ملاحظہ فرمائیے آپ کی تیزی“ یہ سننا تھا کہ وہی صاحب جو آپ سے باہر ہوئے جا رہے تھے، ایک دم آستینیں چڑھا کر سامنے ہی تو آگئے۔ ”تیزی، تیزی کہو تو دکھا دوں؟ یہ سارا ملے نہیں اُتار کر نہ رکھ دیا ہو تو نام بدل دینا۔ ڈھائی آنے گز کی مارکین کا پتلون کیا پہن لیا ہے کہ اوقات بھول گئے۔“ اب آخر کہاں تک ضبط کرتے جوش میں کہہ بیٹھے کہ ”زبان سنبھال کر بات کرو جی۔“ وہ صاحب گویا منتظر ہی تھے۔ زبان تو خیر سنبھال لی مگر خود کو نہ سنبھال سکے اور جھپٹے اس طرح کہ گویا مار ہی تو ڈالیں گے۔ مگر خدا بھلا کر بے بیچ بچاؤ کرنے والوں کا۔ کچھ اُن کو پکڑ کر لے گئے کچھ ہم کو چکارتے ہوئے آگے بڑھے کہ بابو جی آپ ہی غم کھائیے، جو لڑائی پہلے سے ہو رہی تھی اس کا کیا خدا جانے نتیجہ ہوا۔ مگر یہ خواہ مخواہ کی لڑائی خواہ شروع ہو کر خواہ مخواہ ہی ختم ہوگئی۔ بہ ہر حال اس وقت نہ سہی مگر اب اس لڑائی کے متعلق جتنا غور کرتے ہیں اسی قدر طبیعت خوش ہوتی ہے کہ ہاں نہ تھی خالص لڑائی جو دو بے لوث لڑنے والوں کے درمیان کسی مقصد یا غرض سے نہیں ہوئی بلکہ لڑائی کے آرٹ کی خدمت کے طور پر ہم دونوں لڑے۔ مگر افسوس ہے کہ دنیا سے ہماری یہ خدمت نہ دیکھی جاسکی اور لوگوں نے بیچ بچاؤ کر دیا۔ ورنہ ہم دونوں میں سے ایک فن کی اس بے لوث خدمت میں مرکز لڑائی کی تاریخ میں زندہ رہ جاتا اور آنے والی نسلیں اس شہید فن کا نام عزت اور احترام سے لیتیں۔

خواہ مخواہ کی لڑائی کا تھوڑا بہت تجربہ تو خیر سب کو ہوگا۔ مگر ہم نے اس فن میں خاص طور پر ریاض کیا ہے۔ بہت سی خواہ مخواہ کی لڑائیاں لڑے ہیں۔ الکلف الخدمت کی حیثیت سے اور کبھی کسی اور کی دعوت پر مہمان بن کر یعنی خواہ مخواہ کی لڑائیوں میں اُلجھے بھی ہیں اور دوسروں کو الجھایا بھی ہے۔ لیکن ہمارا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ خواہ مخواہ کی لڑائی میں ناگہانی طور پر الجھ جانے میں جو لطف آتا ہے وہ کسی اور کو الجھانے میں نہیں آتا۔ ان دونوں میں آمد اور آورد کا فرق تو خیر ہے ہی لیکن اس کے علاوہ بھی الجھ جانے میں چوں کہ کوئی ارادہ نہیں ہوتا نہ کوئی تیاری ہوتی ہے، لہذا یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے چھپر پھاڑ کر لڑائی کی دولت سے بالکل اچانک طریقے پر مالا مال کر دیا ہے۔ الجھانے میں یہ بات نہیں ہے۔ اس میں تو اپنی طرف سے ارادہ کیا معنی ایک قسم کا یقین سا ہوتا ہے کہ لڑیں گے اور لڑ کر رہیں گے۔ اس موقع پر رہ رہ کر دعوت کی تشبیہ ذہن میں آرہی ہے کہ دعوت کرنے والے کو زیادہ لطف نہیں آتا۔ بلکہ دعوت میں حصہ لینے والے کو لطف آتا ہے۔ بہ ہر حال جو کچھ بھی ہو خواہ مخواہ کی لڑائی کی کتنی لا جواب مثال ملی ہے۔ اب آپ ہی بتائیے کہ اس طرح ناگہانی طور پر اپنے کو لڑائی میں گھرا ہوا پاکر کس کو حیرت نہ ہوگی۔ دراصل اس قسم کے موقعوں پر سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ لڑائی کے داعی کو کس طرح سمجھایا جائے کہ بھائی ہم لڑنا بالکل نہیں چاہتے۔ اور آپ لاکھ سمجھائیں تو بھی وہ اپنے اخلاق سے مجبور ہو کر آپ کو اس دعوت میں شرکت پر مجبور کر ہی دیتا ہے۔ اب رہ گیا ہے الجھانا۔ اس کے متعلق ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ وہ دراصل نتیجہ ہوتا ہے کسی اور غصے کا۔ یعنی جب انسان کا بس دھوبی سے نہیں چلتا تو وہ گدھوں کی تلاش میں نکلتا ہے کہ اُن کے کان مروڑے مثلاً: دفتر میں صاحب نے کسی بات پر جھاڑ ڈالی۔ افسر سے ماتحت کیا کہہ سکتا ہے۔ خون کے گھونٹ پی کر رہ جائے گا۔ مگر تُرکی بہ تُرکی جواب دینے کا وہ جذبہ جو مبدہ فیض نے ہر افسر اور ماتحت قسم کے انسان کو یکساں طور پر عطا فرمایا ہے، دماغ میں چکر کھا کھا کر رہ جاتا ہے۔ طبیعت مشتعل ہوتی ہے

اشتعال بہانے ڈھونڈتا ہے۔ اور بہانہ اس کو آخر کار وہی ملتا ہے جس کو ہم آپ ”خواہ مخواہ“ کہتے ہیں۔ چنانچہ وہ دفتر کی چار دیواری تک تو بہ مشکل صبر اور ضبط سے کام لیتا ہے۔ مگر گھر کی چار دیواری میں قدم رکھتے ہی جنگ جُو بن جاتا ہے۔ ”جس دن سے یہ نوکری ملی ہے تمہارے بھائی صاحب برابر طعنے دیتے ہیں۔ جب دیکھے مبارک باد، جب دیکھے مبارک باد، جلے ہی جاتے ہیں بے چارے اور خود حال یہ ہے کہ نہ کام کے نہ کاج کے ڈھیر بھر اناج کے۔“ غریب (بیوی) کے منہ میں بھی زبان ہوتی ہے۔ اگر کچھ بول دے تو قیامت آگئی۔ برتن ٹوٹے، کپڑے پھٹے، گڑے مردے اکھڑے اور آخر میں دروازے پر بیوی کی ڈولی آگئی میکے جانے کے لیے۔ اور میاں کو ہوش اس وقت آیا جب بیوی جاچکی تھی۔

اس قسم کے الجھاوے میں الجھانے والے کو بعد میں ندامت بھی ہوا کرتی ہے اور اس کی سمجھ میں یہ بات خود آجاتی ہے کہ یہ خواہ مخواہ کی لڑائی تھی۔ دراصل یہی احساس سب سے زیادہ کم زور پہلو ہے۔ جس سے لڑائی کا سارا مزا کرکرا ہو جاتا ہے۔ لڑائی کو احساس اور سمجھ سے کیا سروکار؟ یہ بات الجھنے والی صورت میں نہیں ہوتی۔ لہذا ہمارے نزدیک وہی طریقہ افضل ہے۔

(ماخوذ از: ”لاہوریات“)



سوال نمبر ۱: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

- خواہ مخواہ کی لڑائی سے مصنف کی کیا مراد ہے؟
- لڑائی میں الجھنے اور الجھانے میں کیا فرق ہے؟
- خواہ مخواہ کی لڑائی کا ہماری شخصیت اور ماحول پر کیا اثر ہوتا ہے؟
- خواہ مخواہ کی لڑائی سے دامن چھڑانے کا بہترین طریقہ کیا ہے؟

سوال نمبر ۲: درج ذیل اقتباسات کی تشریح بہ حوالہ متن کیجیے:

- ”ڈھائی آنے گز کی مارکین کا پتلون کیا پہن لیا ہے کہ اوقات بھول گئے ہیں۔“
- ”لڑائی کو احساس اور سمجھ سے کیا سروکار، یہ بات الجھنے والی صورت میں نہیں ہوتی۔“

سوال نمبر ۳: مضمون کے مرکزی خیال پر روشنی ڈالیے۔

سوال نمبر ۴: مضمون ”خواہ مخواہ کی لڑائی“ سے ایسے پانچ جملے منتخب کیجیے جن میں طنز یا مزاح کا کوئی پہلو موجود ہو۔

سوال نمبر ۵: اپنے تجربے یا تخیل کی مدد سے کسی ایسی لڑائی یا توڑکار کا حال لکھیے جو بے بنیاد ہو۔

سوال نمبر ۶: درج ذیل الفاظ اور محاورات کو جملوں میں استعمال کیجیے:

وہم و گمان	سر راہ	مبدۂ فیض	ناگاہ	بے لوث
ناگہانی	خون کے گھونٹ پی کر رہ جانا	ترکی بہ ترکی جواب دینا	گڑے مُردے اکھیرنا	آپے سے باہر ہونا

سوال نمبر ۷: دی گئی امثال کی روشنی میں درج ذیل الفاظ کی تذکیر و تائید کا تعین کیجیے:

مثال:	فطرت (مَوْنَث)	انتقام (مذکر)	رواق	انسانیت	ہنگامہ
الفاظ:	مباحثہ	لپٹا ڈکی	لطف	اخلاق	سروکار
	طبیعت	تجربہ			

سوال نمبر ۸: درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے:

- (۱) لڑائی ہمیشہ شروع ہوتی ہے:
- (الف) لپٹا ڈکی سے (ب) خواہ مخواہ سے (ج) تو تکار سے (د) مار پیٹ سے
- (۲) ”آپے سے باہر ہونا“ ہے:
- (الف) ضرب المثل (ب) روزمرہ (ج) محاورہ (د) تشبیہ
- (۳) طنز کا مقصد ہونا چاہیے:
- (الف) لڑائی (ب) تکرار (ج) اصلاح (د) ایذا رسانی
- (۴) ”خون کے گھونٹ پی کر رہ جانا“:
- (الف) محاورہ ہے (ب) روزمرہ ہے (ج) ضرب المثل ہے (د) تلمیح ہے
- (۵) ”وہم و گمان“ ہے:
- (الف) مرکب توصیفی (ب) مرکب اضافی (ج) مرکب عطفی (د) مرکب اشاری

متعلق فعل:

عرفان نے کتاب خریدی۔
عرفان نے بازار سے کتاب خریدی۔
عرفان نے کل بازار سے کتاب خریدی۔

مذکورہ جملوں کا اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلے جملے میں عرفان فاعل ہے، کتاب مفعول اور خریدی فعل ہے۔ دوسرے جملے میں فعل کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ کتاب خریدنے کا کام بازار سے کیا گیا ہے جبکہ تیسرے جملے میں مزید وضاحت کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ کتاب آج نہیں بلکہ کل خریدی گئی ہے۔

وہ تمام الفاظ جو فعل کے معنوں کی وضاحت کرتے ہیں متعلق فعل کہلاتے ہیں۔ ان جملوں میں ”بازار سے“ اور ”کل“ متعلقاتِ فعل ہیں جبکہ ”نے“ علامتِ فاعل ہے۔
سوال نمبر ۹: ”متعلق فعل“ پر مشتمل پانچ جملے تحریر کیجیے۔

سرگرمیاں

- ✦ طلبہ ”خواہ مخواہ کی لڑائی“ پر ایک خاکہ تیار کر کے کلاس میں پیش کریں گے۔
- ✦ طلبہ صلح صفائی اور اتحاد و اتفاق کے فوائد پر کمرہ جماعت میں اظہارِ خیال کریں گے۔
- ✦ طلبہ اپنے الفاظ میں اس طنزیہ مضمون کا حقیقی مقصد بیان کریں گے۔
- ✦ طلبہ درسی کتاب میں شامل اصلاحی، تمثیلی، سائنسی اور مزاحیہ مضامین کا تقابلی جائزہ پیش کریں گے۔

✦ طنز و مزاح زندگی کی ناہمواریوں اور مضحکہ خیز صورتِ حال کو دلچسپ انداز میں پیش کرنے کا اسلوب ہے۔ طنز میں مزاح کی آمیزش سے تلخی میں کمی آجاتی ہے۔

برائے اساتذہ

- ✦ پہلے طلبہ کو عبارت فہمی کا موقع دیجیے پھر تقریری طریقہ اختیار کرتے ہوئے تعمیری بازاری فراہم کیجیے۔
- ✦ طلبہ کو طنز و مزاح کا فرق بتائیے۔
- ✦ طلبہ کو بتائیے کہ طنز و مزاح کی شمولیت سے ہماری گفتگو دل چسپ اور پُر اثر ہوجاتی ہے۔
- ✦ طلبہ کو درسی کتاب میں شامل مضامین کی نوعیت بتائیے اور اُن کے درمیان فرق سے آگاہ کیجیے۔
- ✦ طلبہ کو اُردو کے معروف طنز و مزاح نگاروں کے شہ پارے پڑھنے کی طرف متوجہ کیجیے۔